عَود العید

(عید الفطر کا بار بار آنا)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	انتخاب مضمون کی وجہ	۵
۲	شریعت میں شمسی حساب نہ ہونے کی وجہ	۶
۳	شریعت محمدیہ سہل ہے	۷
۴	دوسری شریعتیں سہل کیوں نہیں؟	۷
۵	بنی اسرائیل کا قصہ	۸
۶	حق تعالیٰ کے سب کام حکمت پر مبنی ہیں	۱۰
۷	خدا کی مدد	۱۰
۸	خلاف ادب مذاق	۱۲
۹	لطیفہ	۱۲
۱۰	آسان راستہ کو اختیار کرنا	۱۴
۱۱	مشکل میں پڑنا	۱۴
۱۲	حکایت	۱۵
۱۳	اعمال صورتاً مشکل حقیقت میں سہل ہیں	۱۶

۱۴	لطف و رحمت بصورت قہر	۱۷
۱۵	انشاء اللہ کہنے کی برکت	۱۸
۱۶	ادب کی حکایت	۲۰
۱۷	رمضان انتیس کا ہونے میں ثواب کم نہیں	۲۱
۱۸	غم باطنی عمل ہیں	۲۱
۱۹	حاجی صاحب کا ارشاد	۲۲
۲۰	سہولت پسندی کا نقصان	۲۶
۲۱	محبوب کی ہر ادا محبوب ہے	۲۷
۲۲	حدیث کی تشریح	۲۹
۲۳	شبہ کا جواب	۳۰
۲۴	مناسبت مضمون	۳۲
۲۵	اجتماع رمضان و عید	۳۳
۲۶	تحقیق حقیقت	۳۵
۲۷	رمضان کو عید اور عید کو رمضان کہنے کا مطلب	۳۶
۲۹	دو غذائیں	۳۶
۳۰	دو غلطیوں کا علاج	۳۷
۳۱	خطبۃ الوداع	۳۸

وعظ

عَوۡدُ العید

(عید الفطر کا بار بار آنا)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے وعظ ''عود العید'' جامع مسجد تھانہ بھون میں ۲۹/ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کو منبر پر تشریف فرما کر ارشاد فرمایا۔ رمضان اور عید سے متعلق مضامین ارشاد فرمائے۔ وعظ دو گھنٹے پانچ منٹ تک جاری رہا اہل علم خصوصاً اور عوام بھی شریک تھے سامعین کی تعداد تقریبا دو سو تھی۔ مضامین وعظ علماء اور عوام دونوں ہی کے لئے انتہائی مفید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مضامین سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خلیل احمد تھانوی

۲۵/ رجب ۱۴۳۳ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؀

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارك وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

(شھرا عید لا ینقصان رمضان وذوالحجۃ)"رواہ الشیخان عن ابی بکرۃ"(۱)

انتخاب مضمون کی وجہ

یہ ایک ایسا وقت ہے جس کو دو زمانوں سے تعلق ہے رمضان سے اور عید سے، رمضان سے وقوع کا عید سے قرب(۲) کا یعنی آج رمضان کا دن ہے اس اعتبار سے رمضان سے تعلق ہے اور چونکہ عید کا زمانہ قریب ہے اس اعتبار سے عید سے تعلق ہے غرض دونوں اعتباروں سے دونوں مضمون مناسب وقت ہوسکتے ہیں۔ عید کے اعتبار سے عید کا مضمون مناسب ہے اور رمضان کے اعتبار سے رمضان کا مضمون شایان ہے خواہ اجتماعاً خواہ انفراداً(۳) اس وقت ایسا مضمون ذہن میں آیا کہ اس میں دونوں پہلوؤں کی رعایت ہے اس وجہ سے نہایت ہی پُر لطف مضمون ہوگیا۔

(۱) دو مہینے عید کے ہیں جن میں کمی نہیں ہوتی رمضان اور ذوالحجہ۔ مسلم و بخاری نے روای کی ہے (۲) رمضان میں یہ دن واقع ہے اور عید سے قریب ہے (۳) چاہے اکٹھے سمجھو چاہے الگ الگ۔

چونکہ آج آخر جمعہ ہے اور آخر جمعہ عادتاً مقتضی انتظار عید(۱) کو ہوا کرتا ہے اس لئے عید کی بابت مضمون مناسب ہے اور چونکہ تمام رمضان گذر گیا اور مجھے بیان کا اتفاق نہیں ہوا (گو اکثر جمعہ کو اور حضرات کا بیان ہوتا رہا) اس لئے یہ بھی مناسب ہے کہ رمضان کا بھی بیان میں لحاظ رکھوں پھر یہ کہ رمضان المبارک میں اگرچہ بیانات کا اتفاق ہوا مگر بعض مضامین بیان سے رہ بھی جاتے ہیں اس وجہ سے اخیر جمعہ میں رمضان کا بیان ملحوظ رہنا مناسب ہے اور ہر چند کہ عادت عامہ رمضان اور عید کے فضائل بیان کرنے کی ہے ایک درجہ میں مناسب بھی ہے لیکن فضائل اکثر سنے ہوئے ہیں اور معلوم ہیں لہذا ایسے مضامین کا بیان کرنا زیادہ مناسب ہے جن سے کان کم آشنا یا نا آشنا ہیں(۲) سو اس وقت ایسا ہی مضمون بیان ہوگا۔

شریعت میں شمسی حساب نہ ہونے کی وجہ

قبل ازیں کہ میں یہ بیان کروں کہ وہ کیا مضمون ہوگا ترجمہ حدیث کا کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ ترجمہ یہ ہے کہ دو مہینے عید کے ہیں کم نہیں ہوتے ایک رمضان اور دوسرا ذوالحجہ۔ اب یہ سمجھنا چاہئے کہ کم نہ ہونے سے کیا مراد ہے ظاہراً مہینہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں یعنی کم اور زیادہ خود شریعت میں بھی دونوں قسم کا اعتبار کیا ہے بعضے حسابوں میں تو ۳۱۔۳۲۔۲۸ کا بھی اعتبار کیا ہے مگر شریعت مقدسہ نے صرف ۲۹۔۳۰ کا اعتبار کیا ہے کیونکہ رؤیت ہلال(۳) دو ہی قسم پر ہے تیسری قسم پر واقع نہیں ہوتی اور دوسرے محاسبین(۴) نے شمسی حساب لیا ہے شریعت نے اس کو اس لئے نہیں لیا کہ حساب شمسی محسوس اور ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے مشکل ہے اور حساب

(۱) عام طور پر عید کا انتظار ہوتا ہے (۲) جو کانوں نے نہ سنا ہو یا کم سنا ہو (۳) چاند دو ہی تاریخوں میں ظاہر ہوتا ہے ۲۹ کو یا ۳۰ کو (۴) دوسرے حساب دانوں نے۔

قمری بالکل محسوس ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں ہوسکتا ہر شخص چاند دیکھ سکتا ہے اور جس علم میں عام لوگ مشترک ہوں یقیناً سہل ہوتا ہے۔

شریعت محمدیہ سہل ہے

اسی مبنی کی سہولت کی وجہ سے حضور شریعت کی نسبت فخراً فرماتے ہیں (السمحة السهلة البيضآء)[۱] بیضاء میں اشارہ ہے سہولت کے مبنی کی طرف کہ سفید اور روشن ہے روشن سے مراد علم ہے یعنی اس شریعت کی بناء علم عام ہے اور سمحة سهلة میں عمل کی طرف اشارہ یعنی مبنی کے اعتبار سے بھی سہل ہے غرض علماً بھی سہل اور عملاً بھی اور اسی سہولت مبنیٰ اور مبنی کی وجہ شریعت کا حاصل حق کی طرف ارادہ رحمت ہے اسی واسطے ایسا قانون مقرر کیا اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِاخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ط﴾[۲] ”یعنی اگر ہم فرض کرتے ان پر یہ کہ تم خودکشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی نہ بجالاتا“

اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ شریعت کا حاصل ارادۂ رحمت ہے کیونکہ اگر اس میں دشواری ہوتی تو اس پر عامل کم ہوتے[۳] اور رحمت عامل ہی پر ہوتی ہے[۴] تو اس صورت میں تعلق رحمت کا کم لوگوں سے ہوتا۔

دوسری شریعتیں سہل کیوں نہیں؟

اگر کوئی کہے کہ رحمت کا اقتضاء تو یہ تھا کہ تمام شرائع سہل ہوتے کیونکہ وہ بھی رحمت ہی رحمت ہیں حالانکہ ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ

---

(۱) نرم آسان سفید (۲) سورہ نساء: ٦٦ (۳) عمل کرنے والے (۴) رحمت عمل کرنے والے ہی پر ہوتی ہے۔

عَلَیۡھِمۡ ط﴾(۱) یعنی ان لوگوں پر جو پہلے شرائع میں بوجھ اور طوق لدے ہوئے تھے(۲) یہ پیغمبر اُن کو دور کرتے ہیں اس سے ان شرائع کا سخت ہونا ظاہر ہے نیز دوسری آیات سے بھی احکام کا سخت ہونا ظاہر ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِیۡنَ ھَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَیۡھِمۡ طَیِّبٰتٍ﴾ یعنی یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو اُن کے لئے حلال تھیں اُن پر حرام کردیں۔ اس سے بھی ان شرائع کا سخت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ تو جواب میں کہوں گا کہ اصل یہ ہے کہ ؎

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود　　گرچہ بس عالی ست پیش خاک تود(۳)

یعنی بعض امور اضافیہ ہوتے ہیں اسی طرح دوسرے شرائع کا سخت ہونا بمقابلہ اس شریعت کے ہے اُن لوگوں کے طبائع کے اعتبار سے سخت نہیں۔

بنی اسرائیل کا قصہ

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مفصل واقعہ موجود ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص مقتول ہوگیا تھا قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا موسی علیہ السلام سے قوم نے دعا کی استدعاء کی چنانچہ موسی علیہ السلام کی دُعا پر حکم ہوا ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَۃً﴾(۴) حق تعالیٰ حکم کرتا ہے ایک گائے ذبح کرو یہود کو سمجھنا چاہئے تھا کہ حق تعالیٰ صاحب حکومت ہیں اور موسی علیہ السلام نبی ہیں یہ سن کر تعمیل سے چارہ نہیں مگر بجائے اس کے ذبح کرتے اور تعمیل امر کرتے (۵) چونکہ سخت مزاج تھی نرم مزاجی

(۱) سورہ اعراف: ۱۵۷ (۲) ’’سخت ترین احکام جو ان کو دئے گئے تھے (۳) آسمان عرش کے اعتبار سے نیچا ہے ورنہ خاک کے ٹیلوں کے اعتبار سے تو بہت ہی اونچا ہے (۴) سورہ البقرہ: ۶۷ (۵) حکم کی تعمیل کرتے۔

پاس کو نہ پھٹکی تھی اس لئے کہتے ہیں: ﴿اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا﴾ کیا ہم سے دل لگی کرتے ہو حالانکہ جب موسیٰ علیہ السلام نبی تھے تو خود آپ ہی کا امر ذبح(۱) کے لئے کافی تھا مگر پھر بھی مخالفت و تکذیب کے خوف سے آپ نے اللہ کا نام بھی لیا کہ خدا تعالیٰ حکم فرماتے ہیں مگر پھر بھی اثر نہ ہوا بلکہ اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو طبعاً نبی کے ساتھ بہ نسبت خدا تعالیٰ کے امتی کو زیادہ تعلق ہوتا ہے کیونکہ وہ مشاہد ہے(۲) اور قاعدہ ہے کہ جب آنکھیں چار ہوتی ہیں مروت آ ہی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عام طور سے حضور کا سا ادب خدا تعالیٰ کا نہیں کرتے اور اسی وجہ سے فرماتے ہیں ﴿مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمُ﴾ (۳) جیسے بعض معلم زدوکوب نہیں کرتے تو سلیم الطبع طلباء تو اس سے سبق لے کر اپنے کام کو بخوبی انجام دے دیتے ہیں مگر بدمعاش طلباء اس ڈھیل سے اور بھی کام چھوڑ بیٹھتے ہیں جس کا نتیجہ ایک دن یہ ہوتا ہے کہ معلم ایک دن سخت پکڑتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ بدکاروں کو ڈھیل دیتے رہتے ہیں اور ایک دن سخت پکڑلیں گے۔

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم اُن کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جارہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔

نمی ترسد ازاں کا یزد تعالیٰ　　　اگرچہ دیر گیرد سخت گیرد(۴)

مگر اس پر بھی ان کی جہالت دیکھئے کہ باوجودیکہ ایک نبی فرمارہے ہیں جن سے طبعاً شرمانا چاہئے تھا پھر اُس ارشاد کا خدا کی طرف منسوب ہونا خدا کا نام

(۱) خود ان کا حکم ہی ذبح کے لئے کافی تھا (۲) نظروں کے سامنے موجود ہے (۳) تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے۔ از بیان القرآن ۱۲ جامع سورۃ الانفطار (۴) اس سے ڈر نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ دیر میں گرفت کرتے ہیں مگر سخت کرتے ہیں۔

لے کر ظاہر کر رہے ہیں جس سے عقلاً ڈرنا چاہئے تھا مگر اس کے جواب میں اُن لوگوں نے کیا کہا ﴿اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا﴾ مطلب یہ کہ ذبح بقرہ اور احیاء میت میں کیا جوڑ۔

حق تعالیٰ کے سب کام حکمت پر مبنی ہیں

کوئی ان سے پوچھے کہ احمق تمہیں جوڑ کی کیا خبر، بتلاؤ پانی میں اور آگ کے بجھنے میں کیا جوڑ اگر کوئی صاحب کہیں کہ آگ کا پانی سے بجھنے کا یہ سبب ہے کہ آگ میں حرارت اور پانی میں برودت ہے(۱) اور پانی اپنی برودت کے سبب حرارت کو بجھا دیتا ہے میں دریافت کروں گا کہ برودت کا حرارت کے بجھانے سے کیا جوڑ بجز مشاہدہ کے اسی طرح سے کھانے کے پکنے اور آگ میں کیا جوڑ غرض یہ ہے کہ کسی چیز میں کچھ بھی جوڑ نہیں سب حق تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں جن چیزوں میں چاہیں جوڑ لگا دیں اور جن چیزوں کو چاہیں توڑ دیں (وَاللّٰہِ الْعَظِیْم)(۲) تمام امور حقیقت کے اعتبار سے اتفاقی ہیں۔

خدا کی مدد

ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ایک گاؤں میں خون ہوگیا تھا قاتل نے لاش کو دیوار میں رکھ کر چنوا دیا تحقیقات میں بے حد سعی کی گئی مگر کچھ پتہ نہ چلا ایک انسپکٹر جو تحقیقات میں کامل تھے اُن کے یہ خدمت سپرد ہوئی اب دیکھئے کسی طریق سے پتہ چلا ہے اس طریق کو سن کر بیساختہ کہہ اوٹھو گے کہ یہ سب امور حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اسباب کی طرف محض ظاہری نسبت ہے۔

---

(۱) آگ میں گرمی پانی میں ٹھنڈک (۲) عظمت والے خدا کی قسم۔

کار زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند(۱)

کوئی کسی علم میں کسی عمل میں کامل نہیں سب ناقص ہیں چنانچہ باوجود مزید تحقیقات کے اُن انسپکٹر کو بھی کوئی پتہ نہ چلا انسپکٹر نہایت پریشان ادھر سے تاکید پر تاکید اب دیکھئے کہ اتفاقیہ کیا سامان ہوتے ہیں گرمیوں کے دن تھے دھوپ سے پناہ لینے کے لئے انسپکٹر اسی دیوار کے سایہ میں ایک چارپائی پر آرام کرنے کو آبیٹھے تمازت آفتاب سے حرارت کا اثر لاش پر ہوا اور رطوبات بہہ کر نکلنے لگیں (۲) اور مکھیوں کا اجتماع ہوا انسپکٹر نے جب مکھیوں کی کثرت دیوار پر دیکھی فوراً دماغ میں یہ بات آئی اور ذہن دفعۃً اس جانب متوجہ ہوا کہ شاید رطوبت اس لاش کی ہو فوراً دیوار کھدوا ڈالی لاش برآمد ہوگئی بڑے نیکنام مشہور ہوئے۔ اب بتلایئے کہ انسپکٹر صاحب کا کیا کمال ہے اور ذہن کا اس جانب متوجہ ہونا یہ کونسا اختیاری امر ہے واللہ ادنیٰ سے ادنیٰ مقدمہ کا نکالنا بڑے سے بڑے دانشمند کا بھی کام نہیں سب امور اتفاقی ہیں جن کو ہم اسباب (۳) عادی سمجھتے ہیں وہ بھی واقع میں اسباب اتفاقی ہیں۔

پس جب کسی سبب و مسبب میں جوڑ نہیں تو جس کو بنی اسرائیل سبب عادی کے خلاف سمجھ رہے تھے اور ان کے نزدیک اس میں کچھ جوڑ نہ تھا اس میں بھی کسی قسم کے جوڑ کی ضرورت نہیں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ اللہ میاں ہر چیز کے جوڑ کو بھی بتلادیں کوئی اللہ میاں کے ذمہ فرض نہیں اللہ میاں کا حکم ہے عمل کرو۔

چنانچہ بنی اسرائیل کو یہی حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا ایک عضو

(۱) مشک بکھیرنا کام تو تمہاری ہی زلف کا ہے مگر عاشقوں نے ایک مصلحت سے چین کے ہرن پر تہمت رکھدی ہے (۲) دھوپ کی تیزی سے گرمی کا اثر لاش پر پڑا اور اس سے خون پیپ وغیرہ بہہ کر دیوار سے باہر نکلنی شروع ہوگئیں (۳) عادت معمول کے ذریعے۔

لے کر اس مردہ کے مار دو بنی اسرائیل اس کا جواب دیتے ہیں ﴿اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا﴾ ''آیا آپ ہم کو مسخرا بناتے ہیں'' جامع ۱۲۔

موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ)) یعنی نعوذ باللہ جو میں ایسی جہالت والوں کا سا کام کروں (کہ احکام خداوندی میں تمسخر کرنے لگوں) اس تمسخر پر ایک حکایت یاد آئی۔

خلاف ادب مذاق

ایک عالم صاحب بڑے ظریف تھے ان سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ مٹی کی ہانڈی میں کتے نے منہ ڈال دیا اسے کس صورت سے پاک کریں مولوی صاحب نے (ظرافت) سے جواب دیا کہ ارے جادمڑی کی ہنڈیا پر مسئلے پوچھتا ہے ایک بزرگ نے مولوی صاحب کا یہ جواب سن کر کہلا کر بھیجا کہ اب آپ کی ظرافت اور گستاخی شریعت کے احکام میں بھی ہونے لگی۔ انہوں نے توبہ کی غرض موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ)) قوم بولی ((اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ)) آپ درخواست کیجئے اپنے رب سے ہم سے بیان کردیں کہ اس کے کیا اوصاف ہیں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ((لو ذبحوا ايّة بقرة لا جزأتهم)) یعنی وہ جونسی بقرہ بھی ذبح کر لیتے مثلاً معمولی سی گائے کی قربانی کر لیتے تو کافی تھا حصول مقصود کے لئے مگر چونکہ سخت مزاج تھے جب تک غذائے مناسب نہ ملے ماننے والے کب تھے۔

لطیفہ

اُس غذائے مناسب پر ایک گنوار آدمی کا ایک لطیفہ یاد آیا ہے تو کثیفہ (۱) مگر

(۱) ناگوار طبیعت۔

محاورہ کے اعتبار سے لطیفہ کہہ دیا ہمارے چھوٹے ماموں صاحب کے پاس ایک یہاں ہی کا باشندہ گنوار جنگل سے دوڑا ہوا آیا ماموں صاحب مدرسہ کی کھڑکی میں بیٹھے تھے جو جنگل کی طرف کھلی تھی کھڑکی کے پاس کھڑا ہوکر بولا ایک مصرعہ سمجھ میں آیا ہے اُس کا جوڑ لگادو۔ اور یہ مصرعہ پڑھا ؎

ع سنو دوستو ہے عجب ماجرا

دوسرا سمجھ میں نہیں آیا۔ جیسے اکبر بادشاہ کے یہاں مشاعرہ تھا فیضی بھی جارہا تھا ایک گنوار ملا اور فیضی سے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو فیضی نے کہا کہ مشاعرہ میں بولا مشاعرہ کس کو کہتے ہیں اس نے کہا تک سے تک ملانے کو۔ کہنے لگا اب کے ہم بھی آویں گے اور تک ملا کر لاویں گے چنانچہ اگلے ہفتہ میں آیا اور پھر فیضی سے ملا اور کہا کہ ایک مصرعہ تو میں نے بنالیا ہے مگر دوسرا نہیں بنتا تم بنادو اور یہ مصرعہ پڑھا۔ املی کا پتہ سبّج (سبز) فیضی نے اُس پر مصرعہ لگادیا ؎ ابجد حطی ہوَّج (ہوز)

چنانچہ وہ گنوار مشاعرہ میں آیا اور اکبر بادشاہ کے سامنے مشاعرہ میں اُس نے وہی شعر پڑھا اکبر نے کہا کہ پہلا مصرعہ تو بہت اچھا ہے مگر دوسرا واہیات ہے تو وہ گنوار فیضی کی طرف اشارہ کر کے کیا کہتا ہے کہ یہاں اس کی ماں نے ایسا تیسا کرایا تھا اور پہلا مصرعہ میرا ہے اسی طرح ہمارے ماموں صاحب کے پاس آکر اس نے یہ مصرعہ پڑھ کر دوسرا بنوانا چاہا۔ سنو دوستو ہے عجب ماجرا۔ تو ماموں صاحب نے فی البدیہی کہا کہتے ہیں کہ کھایا تھا منڈواہگا باجرا(۱)۔ وہ خفا ہوکر چلا گیا غذائے مناسب پر یہ بات یاد آگئی تھی اسی طرح بنی اسرائیل اپنے مزاج کے مناسب سخت حکم کے جویاں ہوئے(۲) اور سہل کاموں کی(۳) قدر نہ ہوئی منڈوے پر یاد آیا کہ سخت مزاج لوگوں کو گیہوں کی روٹی سے تسلی نہیں ہوتی۔

---

(۱) کھایا تھا گیہوں ھگا باجرا (۲) سخت حکم کے متلاشی ہوئے (۳) آسان کام کی۔

آسان راستہ کو اختیار کرنا

اور یہاں سے راز معلوم ہوتا ہے اس حدیث کا کہ ((ماخیر رسول اللّٰہ فـی امـرین الا اختـار اھـونھـا)) یعنی آپ کو جب کسی کام کے دو طریقوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کو اختیار فرماتے حالانکہ آپ کو تو مشکل بھی مشکل نہ تھا اور بعضے لوگ ایسے موقعہ پر سخت طریق(۱) کو اختیار کرتے ہیں اور اس کو افضل سمجھتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ وہ لوگ طریق کو مقصود سمجھتے ہیں(۲) اور طریق کے ساتھ معاملہ مقصود کا کرتے ہیں حالانکہ طریق کے ساتھ معاملہ طریق ہی کا شایاں ہے(۳) مثلاً کوئی شخص یہاں جامع مسجد میں نماز کے لئے آئے اور وضو کی ضرورت ہو تو وضو کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ اسی حوض میں وضو کرے ایک یہ کہ جلال آباد جاوے اور وہاں کے حوض میں وضو کرکے آئے تو یقیناً کوئی زیادتی ثواب کی نہیں ہے بلکہ ناپسندیدہ ہوگا کیونکہ اس میں طریق کے ساتھ معاملہ مقصود کا کیا گیا اور اسی سے شریعت کی خوبی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں ہر چیز اپنے موقعہ پر ہے طریق کے ساتھ معاملہ طریق کا کیا جاتا ہے اور مقصود کے ساتھ معاملہ مقصود کا۔

خلاصہ یہ ہے کہ نرمی سے وہ جاہل گاہے کو ذبح کرنے لگے تھے وہ تو جب تک سختی نہ ہوتی ماننے والے نہ تھے کیونکہ وہ تو سختی کے عادی تھے انہیں سہولت سے کیا سروکار تھا۔

مشکل میں پڑنا

اسی طرح بعضے مشائخ بھی سخت سے سخت مجاہدہ کراتے ہیں اور اس طرح ہم لوگوں نے بھی شادی وغم میں اپنے اوپر رسوم کا التزام کرکے اپنے کو سختی میں گرفتار

(۱) مشکل راستہ (۲) راستہ ہی کو مقصد سمجھتے ہیں (۳) مناسب۔

کرلیا ہے شادی اور دعوتوں میں پلاؤ۔ زردے۔ فرنی لازم کرکے اپنے کو سختی میں ڈال لیا ہے صرف تفاخر کے لئے مگر نتیجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو پسند ہی نہیں آتا اور اس لئے فخر بھی نصیب نہیں ہوتا چنانچہ ایک گنوار آدمی کے سامنے فیرنی رکھی گئی تھی وہ کیا کہتا ہے کہ یہ تھوک سا کے ہے (کیا ہے)۔

حاصل یہ ہے کہ اپنے اوپر سختی محض اس بناء پر کی جاتی ہے کہ بعد میں یہ کہا جاوے کہ راجہ آدمی ہے ذی حوصلہ شخص ہے غرض اپنے ہاتھوں سختی میں پڑنا خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے اسی طرح وہ لوگ چونکہ سخت مزاج تھے دل میں کہتے ہوں گے کہ اس معمولی گائے میں یہ خاصیت مردے کو گویا کرنے کی (۱) ہے نہیں وہ گائے اور ہی قسم کی ہوگی جیسے کسی گنوار نے قبلہ گائے کو نئی قسم کی گائے سمجھا تھا۔

حکایت

حکایت یہ ہے کہ کہ ایک چودھری صاحب کسی تحصیلدار کے یہاں آئے تحصیلدار نے کہا کہ ہمارے قبلہ گاہی صاحب (۲) تشریف لائے ہیں اس لئے ہم کو اس وقت فرصت نہیں وہ چودھری صاحب اُٹھ کر چلے گئے اور اپنے لڑکوں میں بیان کیا کہ تحصیلدار کے یہاں قبلہ گائے آئی ہے لڑکے شوق میں اٹھ کر دیکھنے چلے اور چونکہ احتمال تھا کہ شاید کوئی حملہ آور گائے ہو اس لئے لٹھ بھی لے لئے غرض سب لوگ جمع ہوکر لٹھ لے لیکر تحصیلدار کے یہاں آئے تحصیلدار دیکھ کر سمجھے کہ شاید چودھری جی خفا ہوگئے پوچھا کہ چودھری صاحب کدھر آئے چودھری جی نے کہا نہیں یہ لونڈے قبلہ گائے دیکھنے آئے ہیں تحصیلدار نے کہا لاحول ولا قوۃ وہ تو ہمارے والد صاحب ہیں۔ چودھری جی بولے کہ پھر قبلہ گائے قبلہ گائے کیوں کہہ رہے

(۱) مردے کو بولنے پر مجبور کرنے کی (۲) والد صاحب۔

تھے سیدھا یوں نہیں کہا کہ ہمارا باپو آیا ہے بس بنی اسرائیل گویا اس گائے کو قبلہ گائے سمجھے ہوں گے کہ کوئی نایاب چیز ہوگی کیونکہ معمولی گائے میں یہ خاصیت کیسے ہوسکتی ہے اس خاصیت کی گائے آسانی سے کب مل سکے گی اور یہ نہ سمجھے کہ خدا کے یہاں ہر شے کے خزانے ہیں اگر کوئی دشواری چاہے تو دشواری بھی وہاں موجود ہے اور اگر کوئی سہولت چاہے تو سہولت بھی وہاں موجود ہے غرض دونوں قسم کے خزانے وہاں موجود ہیں مگر عجیب رحمت ہے کہ وہاں کی دشواری بھی صرف صورتاً ہی قہر ہے[1] ورنہ فی الواقع